مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

مطالعات و تعلیقات

قحط و گرانی کا کامیاب مقابلہ سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانہ میں پورے ملک میں شدید قحط پڑا۔ سلطان نے دہلی والوں کے لئے یہ انتظام کیا کہ سرکاری غلے کے گودام سے ہر شخص کو چھ ماہ کا غلہ فی کس ڈیڑھ رطل کے حساب سے دیا جائے۔ جب یہ اعلان ہوا تو علماء اور قضاۃ ہر ہر محلہ میں گھوم کر لوگوں کے خاندان اور نام لکھتے تھے۔ اور ان کی تصدیق پر ہر شخص کو چھ ماہ کا غلہ سرکاری گودام سے دیا جاتا تھا۔ اور وہ اطمینان سے پیٹ بھر کر کھانا کھاتا تھا۔
(رحلہ ابن بطوطہ صہ ۵۳ ج ۲)

اس سے پہلے سلطان علاؤالدین محمد شاہ خلجی کے زمانہ میں جب ملک میں گرانی آئی تو سرکاری گودام سے سستے داموں پر عوام کو غلہ دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے بلیک مارکیٹ کرنے والوں کا داؤ نہیں چلتا تھا۔ یہی طریقہ جانوروں اور کپڑوں کی گرانی اور نایابی کے زمانہ میں اختیار کیا جاتا تھا۔ حکومت ان کو خرید وا کر دام کے دام پر فروخت کراتی تھی۔ اور اس میں کام کرنے والوں کو اجرت دی جاتی تھی۔ اس طرح چند ہی دنوں میں گرانی ختم ہو جاتی تھی۔ اور گراں فروشوں کو عوام کے لوٹنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ اور حکومت کے خزانہ پر زیادہ بار نہیں پڑتا تھا۔

ایک مرتبہ غلہ پر سخت گرانی اور نایابی آئی اور غلہ فروشوں نے دام بہت بڑھا دئے۔ عوام میں قوت خرید نہیں رہی۔ سلطان علاؤالدین نے یہی انتظام کیا کہ حکومت کی طرف سے غلہ کے گودام کھول دئے گئے۔ اور دام کے دام پر انہیں فروخت کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ اسٹاک جمع کرنے اور غلہ چھپا کر گراں فروخت کرنے والوں کو نقصان ہونے لگا ان کے اسٹاک میں کیڑے لگنے لگے اور اصل قیمت کا وصول ہونا بھی مشکل ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے سستے داموں پر فروخت کرنا غنیمت سمجھا چھ ماہ گذرتے گذرتے یہ حال ہو گیا۔ کہ انہوں نے سرکاری دام سے کم دام پر فروخت کرنے کی اجازت طلب کی تاکہ ان کا جمع کیا ہوا غلہ ضائع نہ ہو جائے۔ (رحلہ ابن بطوطہ ج ۲ صہ ۲۶)

قحط و گرانی ایک قدرتی بات ہے۔ وباؤں۔ بیماریوں اور لڑائیوں کی طرح اس کا وقت بھی کبھی کبھار آجاتا ہے۔ جس طرح بیماریوں اور جنگوں کے لئے تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اسی طرح قحط گرانی اور نایابی کے لئے بھی تدبیر کی جاتی ہے حکومتیں

دور اندیشی، حکمت عملی اور جد و جہد سے کام لینی ہیں۔ آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں وہ پہلے بھی آچکا ہے۔ اور اس وقت کے حکمرانوں اور عوام نے اس کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔ اور اس میں کامیاب اقدام یہی رہا ہے کہ حکومت نے غلہ کی تقسیم کا انتظام خود سنبھالا، کہ قابلِ اعتماد طریقہ پر قابلِ اعتماد لوگوں کی خدمات حاصل کیں اور یہی باتیں ہمارے زمانہ میں نہیں ہیں جس کی وجہ سے یہ مصیبت کم نہیں ہوئی۔

پہلے زمانہ میں یہ کام علماء، قضاۃ، دیندار اور خدا ترس لوگوں کے ذریعہ لیا جاتا تھا۔ اور اب لوٹ گھسوٹ کرنے والے اس عہدہ پر آگئے ہیں جو چوروں کے ساتھی بن کر عوام کی خدمت کے لئے سامنے آتے ہیں۔ موجودہ حکمران قدرت سے مقابلہ کے لئے عوام میں حوصلہ پیدا کرنے کی تلقین تو کرتے ہیں مگر اسٹاک جمع کرنے والوں، بلیک کرنے والوں اور ملک میں گرانی و نایابی لانے والوں کے مقابلہ میں خود ناکام رہتے ہیں۔ اس نئی جمہوریت سے اچھی تو وہی پرانی شخصیت تھی جس میں عوام اور رعایا نازک حالات میں اپنے لئے سچے غمخوار پاتے تھے۔ اور ان کے حسن انتظام کی وجہ سے حالات قابو میں آئے تھے۔

مصیبت سے نجات کا دینی طریقہ

ابن بطوطہ ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین کا معتوب قرار پاگیا۔ صورت یہ ہوئی کہ کسی بات پر سلطان ایک بزرگ پر سخت غصہ ہوگیا جو دہلی کے باہر ایک غار میں رہتے تھے۔ ابن بطوطہ بھی اس غار کو دیکھنے گیا تھا۔ جب سلطان نے اس شیخ کے لڑکوں کو گرفتار کرکے معلوم کیا کہ کون کون شیخ کی ملاقات کو آتے ہیں۔ انہوں نے ابن بطوطہ کا نام بھی لیا۔ سلطان نے اپنے چار خادموں کو حکم دیا کہ جاؤ ابن بطوطہ کو حاضر کرو۔ سلطان جس کے بارے میں اس طرح کا حکم دیتا ہے اس کی جان کی خیر نہیں ہوتی۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن اس کے خدام میرے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ میں اس حال میں زیادہ سے زیادہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھوں۔ چنانچہ میں اس کو سہ ہزار بار پڑھ کر سوگیا اور چار دن تک صوم وصال رکھتا رہا اور ساتھ ہی ہر روز ایک ختم قرآن پڑھ کر صرف پانی سے روزہ افطار کرتا رہا۔ اس طرح مسلسل چار روزے تلاوت قرآن کے ساتھ رکھے۔ اور پانچویں دن بھی اسی طرح روزہ رکھا مگر اسی دن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میری رہائی ہوگئی۔ اور شیخ کو سلطان نے قتل کردیا۔

(رحلہ ابن بطوطہ صہ ۹۳۔ ج ۲)

مصائب اور نوائب آئیں تو ان سے نجات کی تدبیر کرنی چاہئے۔ یہی کامیابی کی جڑ اور بنیاد ہوتی ہے بڑے بڑے منکر بھی جب وقت پڑ جاتا ہے تو خدا کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ مگر ان کا یہ یاد کرنا خود غرضی کے لئے ہوتا ہے اور جو لوگ عیش و آرام اور تکلیف و مصیبت دونوں میں اس کی یاد کرتے ہیں وہ عبدیت و بندگی کے معیار پر یہ کام کرتے ہیں اور یہی زیادہ مفید ہے۔

جیسی حکومت ویسے ہی عوام | حکمراں طبقہ کا اثر عوام پر بہت زیادہ پڑتا ہے۔ جیسے حکمران ہوتے ہیں ویسے ہی عوام ہوتے ہیں۔ جس دور میں حاکم نیک دل انصاف پسند اور شریف ہوں گے۔ اس دور کے عوام بدباطن، ظالم اور کمینے نہیں ہو سکتے۔ استثنا کو چھوڑ دیجئے عام طور سے یہی بات ہوتی ہے اسی لئے حکام کو ہر اعتبار سے معیاری اور اونچا ہونا چاہئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو ایک جملہ میں یوں ادا فرمایا ہے:۔

الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے طور طریق پر ہوا کرتے ہیں۔ اس ایک جملہ کی تشریح کے لئے دنیا کا پورا دور حکمرانی پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس وقت ہم اموی دور خلافت کے حکمرانوں کے بارے میں ایک تاریخی حقیقت پیش کرتے ہیں۔

البناء والضیاع وکان اخوہ سلیمان صاحب نکاح و طعام وفکان الناس فی ایاس سلیمان یسئل بعضھم بعضا عن النکاح و الجواری، فلما ولی عمر بن عبد العزیز فکان الرجل یلقی صاحبہ فیقول ما وردك وکم تحفظ من القرآن ومتی تختم و کم تصوم فی الشھر (العیون الحدائق ج ۳)

ولید کے زمانہ میں جب لوگ ملتے تو آپس میں تعمیرات اور جاگیروں کے بارے میں سوال کرتے، اس کا بھائی سلیمان شادی بیاہ اور کھانے پینے میں آگے تھا اس کے زمانے میں لوگ شادی اور باندیوں کے بارے میں آپس میں سوال کرتے اور جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنائے گئے تو لوگ جب آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے کہ آجکل تم کیا وظیفہ پڑھ رہے ہو تم کو قرآن کتنا یاد ہے قرآن کب اور کتنے دن میں ختم کرتے ہو اور مہینہ میں کتنے روزے رکھتے ہو۔

یعنی جس زمانہ میں جس ذہن و مزاج کا خلیفہ ہوتا تھا لوگوں کی باہمی ملاقاتوں میں اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور لوگوں کی نجی زندگیاں اسی کے طرز پر گذرتی تھیں۔ ہر زمانہ کی طرح آج بھی یہ بات پائی جاتی ہے اب لوگ نہیں تو بلیک کی ملاوٹ کی، اسمگلنگ کی، لوٹ کھسوٹ کی اور چھین جھپٹ، قتل و فساد کی باتیں کرتے ہیں دنکہ حکمرانوں کی زندگیاں ان ہی ہلاکتوں اور بربادیوں میں گذر رہی ہیں ظاہر ہے کہ ایسے دور میں عوام اچھے کیسے ہو سکتے ہیں۔

خلیفہ اور بادشاہ | ایک مرتبہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

ت فرمایا کہ "املک انا ام خلیفہ ؟" میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ؟

حضرت سلمانؓ نے جواب میں فرمایا کہ

ان انت جبیت من ارض المسلمین درھماً او اقل او اکثر، ثم وضعتہ غیر مقرہ فانت ملک وغیر خلیفۃ۔

اگر آپ مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم یا اس سے زیادہ یا اس سے کم وصول کرکے اسے ناحق خرچ کرتے ہیں۔ تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

دوسری روایت سفیان بن ابو العوجا کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بہت بڑی خامی ہے۔ اس پر ایک صاحب نے کہا کہ اے امیر المومنین خلیفہ اور بادشاہ دونوں میں فرق ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا فرق ہے ؟ انہوں نے کہا کہ

الخلیفۃ لا یاخذ الا حقاً ولا یضعہ الا فی حق فانت بحمد اللہ کذالک والملک یعسف الناس فیاخذ من ھذا ویعطی ھذا، فسکت عمر

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۰۷ طبع بیروت)

خلیفہ صحیح طریقہ سے مال لیتا ہے اور صحیح طریقہ سے خرچ کرتا ہے اللہ کا شکر ہے کہ آپ ایسا ہی کرتے ہیں اور بادشاہ لوگوں پر زیادتی کرتا ہے اور ایک کا مال لے کر دوسرے کو دے دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے۔

اسلامی خلافت نہ پرانی شہنشاہیت سے میل کھاتی ہے اور نہ ہی نئی جمہوریت سے اس کا تعلق ہے۔ خلافت میں اللہ کی زمین پر اللہ کے نیک بندوں کے امن وامان سے زندگی بسر کرتے اور انسانی حقوق کے استعمال کرنے کی فضا پیدا کی جاتی ہے۔ خلیفہ انسانوں کا بہی خواہ اور خادم ہوتا ہے۔ جو صرف اللہ کے قانون کو جاری کرتا ہے اور اللہ اور اس کے بندوں کے سامنے مسئول اور جواب دہ ہوتا ہے۔ اس میں ذاتی اقتدار یا قومی اور جماعتی کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ خلیفہ امیر ضرور ہوتا ہے مگر ایک عام آدمی کی طرح ہر وقت اپنے کو جواب دہ سمجھتا ہے۔ اور زمین پر صرف اللہ کا نیک بندہ اور ذمہ دار بن کر رہتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو یمن کی طرف اسلام کا قاضی اور داعی بنا کر نہ فرمایا تھا۔ حضرت معاذ یمن میں تھے کہ آپؐ کا وصال ہوگیا اور خلافت صدیقی کا دور آگیا حضرت معاذ حج کے دنوں میں یمن سے مکہ مکرمہ آئے۔ اس سال امیر الحج حضرت عمر

رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معاذ بن جبل اس حال میں یمن سے مکہ مکرمہ آئے کہ ان کے ساتھ بہت سے مسلمان اور غلام تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ ابو عبدالرحمٰن یہ غلام کس کے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا۔ یہ سب میرے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ تم کو کہاں سے ملے؟ حضرت معاذؓ نے کہا کہ مجھے ہدیہ میں دئے گئے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا تم میری بات مانو اور ان سب کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجدو۔ اگر امیر المومنین ان کو تمہارے لئے چھوڑ دیں گے تو پھر یہ سب تمہارے ہوں گے۔ حضرت معاذ نے کہا۔ میں اس بارے میں آپ کی بات نہیں مان سکتا جو چیز مجھے ہدیہ میں ملی ہے میں اسے حضرت ابوبکر کے پاس کیوں لے جاؤں؟

جب رات کو حضرت معاذ بن جبل سوئے تو خواب میں دیکھا کہ میں آگ کی طرف گھسیٹا جا رہا ہوں اور حضرت عمر میری کمر پکڑ کر کھینچ رہے ہیں۔ صبح اٹھ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے۔ اور اپنا خواب بیان کر کے کہا کہ ان سب کو حضرت ابوبکرؓ کے یہاں روانہ کر دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کام آپ ہی کو کرنا چاہئے۔

بہرحال جب غلام حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا اے معاذ! یہ سب غلام تمہارے ہی رہیں گے۔

معاذ بن جبل ان سب کو لے کر اپنے گھر گئے اور جب نماز کا وقت آیا تو وہ سب حسب سابق صف بستہ ہو کر حضرت معاذ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت معاذ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کس کے لئے نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کے لئے۔ حضرت معاذ نے کہا جاؤ، تم سب بھی اللہ کے لئے ہو۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۸۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ کی طرف سے امیر الحاج تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت معاذ بن جبل کو مشورہ دیا کہ آپ کے پاس جو یہ غلام اور نوکر ہیں آپ کے ذاتی نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تھا۔ کمانے کے لئے نہیں گئے تھے۔ حضرت معاذ نے ابتداء میں انکار کیا۔ مگر رات کو خواب دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر میری نجات کی بات کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تحقیق حال کے بعد معلوم کر لیا کہ یہ غلام ان کی ذاتی ملکیت ہیں اس لئے انہیں واپس کر دیا۔ اور حضرت معاذ نے اللہ کی رضاجوئی کے لئے ان سب کو آزاد کر دیا۔

علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات (جلد دوم)
(امام ابویوسفؒ ـــ امام محمدؒ)

از مولانا عبدالقیوم حقانی
امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کی سیرت و سوانح، تعلیم و تربیت، خدا پرستی، شوقِ مطالعہ، تقویٰ و ریاضت، جوشِ جہاد، نادر تحقیقات، اسلامی ریاست کے خدوخال، عدل و انصاف کے ایمان آفریں نمونے، بیباک فیصلے اور اصلاح و انقلاب امت کی گرانقدر مساعی پر مشتمل حیرت انگیز واقعات ـــ سنہری ڈائی دار مضبوط جلد
صفحات ۲۷۲، قیمت ۵۶/- روپے